Hindu Qaum Aur Azadari

Author
Allama Saiyid Sibtul Hasan
Fazil-i Hanswi

1361-62 AH / 1942-43

ھندو قوم اور عزاداری

مرتبہ سبط الحسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"وہ خدائے یکتا، کتنا رحیم و کریم ہے جس نے ہم انسانوں میں "حسینؑ" جیسے مایۂ ناز انسانیت کو پیدا کیا، ہزاروں ہزار سلام اِن پر اور اِن کے بزرگوں پر جن کی تربیت نے "حسینؑ" کو "حسینؑ" بنایا و ثائث علیہم صلوات من ربھم!

(۱)

"صدیوں اور سالوں کے گذر جانے پر دُور و دراز ملکوں میں بھی ہر جگہ شہادت حسینؑ کا دردناک نظارہ ہمیشہ ہمیشہ پتھر سے پتھر دلوں کو پگھلائیگا اور ہمدردی حاصل کرتا رہے گا"،

مندرجہ بالا قول یورپ کے ایک مشہور مورخ مسٹر گبن کا ہے جنھوں نے اس کو اپنی شہرۂ آفاق کتاب "عروج و زوال سلطنت روم" (Decline and Fall of Roman Empire) میں لکھا ہے، در اصل حسینؑ مظلوم کے سوگوار صرف مسلمان نہیں ہیں بلکہ مہذب دنیا کی تمام قومیں اس محسن انسانیت پر اپنے عقیدت کے آنسو بہاتی ہیں بقول پروفیسر براؤن "ایسا کون متنفس ہے کہ جو درد بھرا دل رکھتا ہو اور پھر حالات کربلا کو پڑھ کر (یا سنکر) اس کا دل نہ پسیجے۔

(لٹریری ہسٹری آف پرشیا)

سر لیوس پیلی (Sir Levis Pelly) نے تذکرۂ امام حسینؑ کے متعلق ۳۷ مجالس عزا کا ترجمہ کر کے ایک کتاب شایع کی ہے جس کا نام ہے
The miracle Plays of Hassan and Hussain.
یہ کتاب دو جلدوں میں ۱۸۷۹ء میں لندن میں طبع ہوئی مصنف مذکور اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

"اگر کسی تمثیل کی کامیابی کا معیار اس تاثیر کو قرار دیا جائے جو اس کی وجہ سے ان لوگوں کے قلوب پر جن کے لئے وہ لکھی گئی ہے یا ناظرین کے دلوں پر ہوتی ہے تو ماننا پڑے گا کہ دنیا کا کوئی المیہ (ٹریجڈی) اس المیہ سے زیادہ کامیاب نہیں ہوا جو مسلمانوں میں شہادت نامۂ حسنؑ و حسینؑ کے نام سے مشہور ہے"

اسی طرح ایڈورڈ۔ جی۔ براؤن اپنی شہرۂ آفاق کتاب تاریخ ادبیات ایران
Literary History of Parsia.
میں ایک دوسرے مقام پر "سانحۂ کربلا" کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ "بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ محرم کی عزاداری کے سلسلہ میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں، خواہ شبیہیں دیکھنے سے ہوں یا روضہ خوانی سننے سے، وہ نہایت گہرے اور سچے ہوتے ہیں، اور غیر ملکیوں و غیر مسلموں کو بھی اُن کے مخلصانہ اور موثر ہونے کا اعتراف کرنا پڑتا ہے"

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں تعزیہ داری کرنا صرف مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ غیر مسلم قومیں، پارسی[1]، سکھ اور ہندو بھی بڑی عقیدت سے

[1] پارسی بھی ایامِ عزا میں مجالس کرتے ہیں، نذریں مانتے ہیں، عزاخانوں میں شمعیں روشن کرتے ہیں اور خوشبو کیلئے بخور سلگاتے ہیں۔ (مخبر العرب بمبئی یوم پنجشنبہ ۹ محرم ۱۳۶۰ھ عدد ۱۰۲)

امام حسینؑ کے عزادار ہیں، سکھوں کو عزاداری سے بہت خلوص ہے، وہ "گرد حسینؑ کا دیوان" کے نام سے مجالس عزا برپا کرتے ہیں، علاوہ اور تعزیوں کے مہاراجہ شیر سنگھ کا تاریخی بڑا تعزیہ آج تک لاہور میں رکھا جاتا ہے اور اُس کا گشت ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ لاہور مصنفہ خان بہادر محمد لطیف سی آئی، ای)

ہندوؤں نے تو خصوصیت سے کسی حد تک تعزیہ داری کو اپنے عقائد کا جزو بنا لیا ہے، رائے سدھر ناتھ بلی صاحب فراقی تعلقدار دریا آباد بارہ بنکی فرماتے ہیں ؎

ہیں ماتم شبیر میں گریاں آنکھیں　　　　رہتی ہیں شب و روز دُر افشاں آنکھیں
ملتا ہے ثواب ان کو گہر باری سے　　　　ہیں راہبر جادۂ ایماں آنکھیں

ہندو عزادار تو اس امر میں اس حد تک سخت ہیں کہ وہ مخالفین عزا سے اس طرح تخاطب کرنے لگتے ہیں ؎

نکلیں جو غم شہ میں وہ آنسو اچھے　　　　اس غم میں پریشاں ہوں جو گیسو اچھے
رکھتے ہیں حسینؑ سے جو کاوش پنڈت　　　　ایسے تو مسلمانوں سے ہندو اچھے

(پنڈت دہلوی)

ہندو شعرا نوحہ و مرثیہ کہنے میں بھی خاص شہرت رکھتے ہیں، اگر تمام ایسے ہندو شعرا کی فہرست لکھی جائے تو طویل ہو جائے موجودہ دور کے شعرا میں نانک لکھنوی، فراقی دریا آبادی، نافذ دہلوی، ارمان دہلوی، پنڈت دہلوی

اور شیام اکبر آبادی صاحبان کمال میں سے ہیں، ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے لے کر بڑے سے بڑے شہر تک میں کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی جہاں کسی نہ کسی طریقہ پر ہر طبقہ و برادری کے ہندو تعزیہ داری نہ کرتے ہوں، یہ لوگ بہت ہی قدیم زمانہ سے عزاداری کرتے چلے آرہے ہیں (ہندوستان میں عزائے حسینؑ کی مقبولیت کے اسباب کو اگر ملاحظہ کرنا ہو تو حقیر کی تالیف عزاداری کی تاریخ دوسرا ایڈیشن طبع نظامی پریس لکھنؤ ملاحظہ کی جائے)

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کی تعزیہ داری کے سلسلہ میں ہندو اور مسلمان ہمیشہ متفق و متحد رہے ہیں یہ دونوں قومیں ایسے موقعوں پر بھی جبکہ دشمن ان پر حملہ کرتے تھے اپنی تباہی کا خیال نہ کرتے ہوئے عزائے امام مظلوم میں مشغول رہا کرتی تھیں چنانچہ شاہ عالم بہادر شاہ اول بن اورنگزیب عالمگیر کے عہد کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ "پاپ رائے بیندھی" جو اس عہد کا مشہور دشمن امن لٹیرا تھا قلعہ ورنگل پر ایک ایسے ہی موقع پر لوٹ مار کرنے کے لئے چڑھ دوڑا تھا، جبکہ ہندو مسلمان دونوں تعزیہ داری میں مشغول تھے چنانچہ مورخ خافی خان منتخب اللباب میں لکھتا ہے کہ

"شب دہم ماہ محرم ۱۱۲۰ھ کہ مسلمین و ہنود در اشتغال و سرانجام شہر گشت تابوت ہا مشغول بودند بادو سہ ہزار

۱۱۲۰ھ کی دسویں محرم کی شب کو جبکہ تمام مسلمان و ہندو تابوت اور تعزیوں کے گشت میں مصروف تھے اس وقت موقع پاکر پاپ رائے دو تین ہزار

پیادہ و چہار صد و پانصد سوار خود را بقلعہ ورنگل رسانده ...."	پیادوں اور چار یا پانچ سو سواروں کو لے کر قلعۂ ورنگل پر چھاپہ مارا ..."

(منتخب اللباب خافی خان جلد دوم ص ۶۳۴ طبع کلکتہ)

وہ ہندو بھی جو اپنے مذہبی رسوم کے بہت سختی کے ساتھ پابند ہیں امام حسینؑ کی عزاداری بہت جوش و خروش کے ساتھ کرتے ہیں انکی شان عزا کو دیکھکر نو وارد مسلمان سیاح بھی متعجب ہو جاتے ہیں، اُن کا تحیر اس لئے اور بھی بڑھ جاتا ہے کہ ایسی دو قومیں جو عقیدہ اور رسوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں وہ کیونکر عزاداری کے معاملہ میں متحد و متفق ہو جاتی ہیں[۱]۔ چنانچہ ایک مشہور

---

[۱] سر والٹر لارنس اپنی کتاب The India we Served کے صفحہ ۲۹۲ پر لکھتے ہیں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اگر محرم میں ان دونوں قوموں یعنی ہندو و مسلمانوں میں فسادات رونما ہوں اسلیئے کہ بہت سے ہندو خود عزاداری میں حصہ لیتے ہیں"۔ "مہاشہ تیج" جو ایک قوم پرست ہندو اخبار ہے اس سال محرم کے زمانہ میں اپنے اداریتی مقالہ میں لکھتا ہے۔ ہر فرقہ و قوم کے لیے یہ قربانی شمع راہ ہدایت ہے ہمیں افسوس ہے کہ ایک جگہ سے (یعنی بھاگلپور) یہ خبر آئی ہے کہ محرم کے جلوس میں پتھر پھینکے گئے ایسی حرکات ملکی فضا کو خراب کرتی ہیں، کوئی مذہب ایسی نامعقول حرکتوں کی اجازت نہیں دیتا اور جو لوگ ان کے مرتکب ہوتے ہیں وہ خود اپنے ہی ہم مذہبوں کو شرمندہ کرتے ہیں"۔

پنڈت جواہر لال نہرو نے ۲۶ جنوری کو الہ آباد میں یادگار حسینی کے جلسے میں اپنی تقریر کے سلسلہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ ..... حضرت امام حسینؑ کے واقعۂ شہادت سے یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ تمام ہندوستان کے باشندے خواہ وہ کسی مذہب یا ملت سے تعلق رکھتے ہوں ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات قائم کریں

(سرفراز مورخہ ۲ فروری ۱۹۴۰ء)

سیاح عبداللطیف شوشتری، جے نگر اور راجپوتوں کے حالات کے سلسلہ میں یوں تحریر کرتے ہیں:۔

دوراں شہر ذبح حیوانات ماکول اللحم
اعم از گوسفند و گاؤ و مرغ وغیرہم ممنوع
است و اگر کسے از مسلمانان گذرے مرتکب
شود و بظہور رسد و ثابت گردد اورا
قصاص کنند و بعوض آن حیوان
بقتل رسانند و عجب است کہ دراں شہر
بایں حالت کہ بوئے مسلمانی و بانگ محمدی
نیست اعاظم و متمولین ہنود تعزیہ خانہائے
عالی بتکلف دارند و بعد از دیدن ہلال
ماہ عزا ہمگی رخوت سوگواری پوشند و ترک
لذات کنند و بسیارے اند کہ بالمرہ از طعام
و شراب کف نفس نمایند کہ در تمام عشرہ چیزے
از گلوئے ایشاں بزیر نرود و شبہا و روزہا
بزبان ہندوی و فارسی مرثیہ خوانی و سینہ زنی
کنند و ہرکس بقدر وسع در اطعام فقرا و

اور اس شہر میں حلال جانور مثل بھیڑ
بکری و گائے یا از قسم مرغ وغیرہ کا ذبح کرنا
ممنوع ہے اگر کوئی مسافر مسلمان یہاں
کے طور طریقے سے ناواقف ہونیکی وجہ سے اس کا
ارتکاب کرے تو اس کو اس جانور کے بدلے
میں قتل کر دیتے ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ اس شہر میں
جہاں مسلمان کا نام و نشان نہیں اور جہاں
اذان تک کبھی نہیں ہوتی وہاں دولتمند اور معزز
ہندوؤں نے بڑے پر تکلف و عالیشان امام باڑے
و تعزیہ خانے بنوائے ہیں محرم کا چاند دیکھنے
کے بعد یہ تمام لوگ سوگ و غم کا لباس پہن لیتے
ہیں، ترک لذات کرتے ہیں اور بہت سے لوگ
ایسے ہوتے ہیں جو دس دن تک برابر روزہ کھانے
پینے سے اس طرح پرہیز کرتے ہیں کہ ایک دانہ بھی
انکے گلے کے نیچے نہیں اترتا اور رات دن خوش بیا

مساکین کو شد و در ہر کوچہ و بازار آبہائے
گلابی سبیل کنند و شبیہہ بضرائح مقدسہ
از چوب یا کاغذ سازند و نزد آں سجدہ
روند بر خاک غلطند و طلب مطالب نمایند
و بعد از انقضائے ایام عاشورا آنہا را
یا در رودخانہ غرق کنند یا در جائے
معین دفن نمایند و آن را کربلا گویند
در لکھنؤ و بلدان بنگالہ و بنارس کہ آن
نیز کفرستان است ہمہ این حالات را
برأی العین دیدم۔
(تحفۃ العالم صہ ۴۵۹ طبع حیدرآباد
(سنہ ۱۲۴۱ھ)

گھنٹے اپنی ہندوی زبان میں اور
فارسی میں بھی نوحہ اور مرثیہ پڑھتے
ہیں، ماتم و سینہ زنی کرتے ہیں، غریبوں
اور محتاجوں کو امام کے نام پر کھانا کھلاتے
ہیں اور ہر کوچہ و بازار میں آب خنک
و مفرح کی سبیلیں رکھتے ہیں، ضریح
مقدس کی شبیہیں، کاغذ یا لکڑی کی
بناتے ہیں، تعظیماً اس کا سجدہ کرتے ہیں
اور ادب سے اس کے سامنے زمین پر لوٹتے
ہیں نذریں مانتے ہیں، عاشورہ کے
بعد تعزیوں کو دریا میں غرق کر دیتے
ہیں یا کسی معین مقام پر دفن کر دیتے
ہیں، جس کو وہ کربلا کہتے ہیں اسی طرح لکھنؤ و بنگال کے ہندوؤں اور
بنارس (جو ہندوؤں کا خاص مرکز و قبلہ ہے) کے ہندوؤں کو انھیں حالات
میں پایا جس کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا"

(یہ حوالہ آج سے ایک سو تیس سال قبل کی چھپی ہوئی کتاب سے دیا گیا ہے
ظاہر ہے کہ کتنے عرصہ قبل سے انہیں مراسم عزا کے یہ رسوم جاری رہے ہوں گے)

غرضکہ اس جوش وخروش کے ساتھ "ہندو" پیغمبر اسلام کے نواسے امام حسینؑ کی تعزیہ داری کرتے چلے آرہے ہیں، اگر کبھی ایام عزا میں ہندؤں کا کوئی خاص تہوار ہولی وغیرہ پڑ گیا ہے تو اس اتفاقی حالت میں محرم کا کافی احترام ملحوظ رکھا گیا ہے۔ برادران وطن نے خاموشی سے اپنے تہوار کے مراسم کو ادا کیا ہے۔ کسی قسم کے خوشی کے مظاہرے کو روا نہیں رکھا چنانچہ ۱۸۰۹ء میں محرم اور ہولی ایک ہی زمانہ میں واقع ہوئے یہ وہ وقت تھا جبکہ مرہٹوں کو اقتدار حاصل تھا اور وہ خود برسر حکومت تھے لیکن ایک انگریزی فوجی افسر "مسٹر ٹامس ڈیویر براڈٹن" جو اس موقع پر مرہٹوں کے کیمپ میں موجود تھا یہ بیان کرتا ہے کہ محرم کا احترام کرتے ہوئے نہایت رواداری سے طریقہ سے ہولی کا تہوار منایا گیا۔

Letters written in Marhatha Camp.

L. NO. V P. 59.

(مرہٹوں کے خیموں سے خطوط لکھے گئے نمبر ۵ صفحہ ۵۹ طبع لندن ۱۸۱۳ء)

یہی نہیں بلکہ مرہٹہ مہاراجہ عزائے امام حسینؑ کا اس قدر احترام کرتا تھا کہ وہ اس زمانہ میں اپنے دربار میں ناچ گانے کو بالکل بند کر دیتا تھا مسٹر براڈٹن کا بیان ہے کہ:۔

It is usual on such visits of

ceremony for the Company to be entertained by a Nach, but on this occasion there was none, in consequence of its being the Moohurrum. Letter No VII P.69

"ایسی رسمی تقریب کے سلسلہ میں عموماً مرہٹہ دربار کے قاعدہ کے بموجب ناچ سے خاطر مدارات کی جاتی ہے لیکن یہ موقع اس سے بالکل خالی تھا اس لئے کہ یہ زمانہ محرم کا تھا" (مرہٹوں کے خیموں سے خطوط ساتواں خط ص۶۹)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر بروٹن نے جو چشم دید واقعات مرہٹوں کی عزاداری کے سلسلہ میں لکھے ہیں اس کا کچھ تذکرہ اس جگہ کر دیا جائے، اسی ساتویں خط میں وہ لکھتا ہے۔

"محرم عموماً مسلمانوں کیلئے ایام غم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رسولؐ کے نواسے امام حسینؑ کی یادگار مناتے ہیں لیکن جس انہماک کے ساتھ ہندو مرہٹے محرم کے مراسم غم میں حصہ لیتے ہیں وہ قابل دید و حیرتناک ہے ان میں سے ہر ایک فقیر بنتا ہے، وہ سبز رنگ کے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے ہوتے ہیں اور سبز و سرخ کلاوے (ناڑے) گلے میں ڈالے رہتے ہیں، اس فقیری کے لباس میں وہ کیمپ کے

چاروں طرف، محمدؐ، علیؑ، اور حسینؑ کا نام لے کر سوال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں
خود مہاراج بھی حسینی فقیر بنتے ہیں، میں نے کل مہاراجہ کو دربار میں دیکھا کہ سوگوارانہ
انداز سے بالکل سبز پوش تھے اور مسلمانوں کی طرح محزون و مغموم نظر آتے تھے
سوا آٹھ یا نو زمردی ہار کے جو گلے میں تھے اور کسی قسم کے زیورات سے حسب معمول
آراستہ نہ تھے، اسی لباس میں وہ اپنے چند معتمد مصاحبوں کے ساتھ عاشور کی
پوری رات کیمپ میں (تعزیوں کی زیارت کے لئے) گشت کرتے رہے تعزیے
مقبرے کی شکل میں بانس کی تیلیوں کے بنے ہوتے ہیں جو رنگین کاغذ اور چاندی
کی پنی وغیرہ سے منڈھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض قیمتی جواہرات سے مرصّع
ہوتے ہیں، ان کو امام حسینؑ کے روضہ کی شبیہ قرار دیا جاتا ہے، تعزیے کے
اندر سفید و صاف کپڑے پر کچھ پھول ہوتے ہیں اور کبھی عمامہ بھی رکھا ہوتا ہے
تعزیئے کے چاروں طرف متعدد جھنڈے نصب ہوتے ہیں، جن میں پنجہ لگا ہوتا ہے
پنجہ سے خاندان رسالت کے پانچ پاکیزہ اشخاص مراد ہوتے ہیں (ممکن ہے
کہ مسٹر براؤٹن کو یہی بتلایا گیا ہو، یا پنجہ کی مناسبت سے پنجتن پاک کو انہوں نے
خود سمجھا ہو) اور سرخ و سبز پھریرے ان علموں سے بندھے ہوتے ہیں، سرخ
سے امام حسینؑ کا خون مراد ہوتا ہے جو تلوار سے شہید کئے گئے اور سبز سے ان
کے بھائی امام حسنؑ کا سبز رنگ مراد ہے جو زہر سے شہید ہوئے علموں کے
ساتھ ذو الفقار کی بھی (نقل) ہوتی ہے جس سے حضرت علیؑ کی فتح مند تلوار

مراد ہے، تعزیئے کے سامنے سفید رنگ کا فرش بچھا ہوتا ہے جہاں شام کے
وقت مسلمان اکثر جمع ہوتے ہیں اور ایک ذاکر صدر میں بیٹھتا ہے۔ وہ پہلے
قرآن کی آیت تلاوت کرتا ہے اس کے بعد یکے بعد دیگرے مرثیے پڑھے جاتے
ہیں جس میں امام کی شہادت کا تذکرہ ہوتا ہے، بعض نظمیں سادہ لیکن بہت زیادہ
مؤثر ہوتی ہیں، ان کا حاضرین پر بہت ہی حیرت انگیز اثر ہوتا ہے۔ جن کو سن
کر قسیّ القلب اور سخت سے سخت دل کے آدمی بھی پھوٹ پھوٹ کر روتے ہیں،
گریہ و زاری کی چیخ و پکار ہر چہار جانب سنائی دیتی ہے اس کے بعد سب لوگ
کھڑے ہو جاتے ہیں اور حلقہ بنا کر سینہ کھول دیتے ہیں اور دا اپنے ہاتھ سے
ماتم کرتے ہیں اور ہر مرتبہ ہاتھ اٹھانے پر امام حسینؑ کا نام لیتے جاتے ہیں، ابتدا
میں ہاتھ آہستہ آہستہ پڑتے ہیں اور آوازیں بھی آہستہ ہوتی ہیں لیکن رفتہ رفتہ
دونوں کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ ماتم کرنے والوں میں
ایک خاص قسم کا جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس عالم میں وہ نہایت ہی پر جوش
ماتم کرتے ہیں، یہ چیزیں انتہا سے زیادہ اثر انداز اور غمناک ہوتی ہیں سانحہ
کربلا کی سالانہ یادگار میں یوم عاشور جو امام حسینؑ کی شہادت کا دن ہے نہایت
مہتم بالشان طریقے سے تعزیئے اٹھائے جاتے ہیں اور اس کے بعد اُن کو دریا
کی گہرائی میں ڈبو دیتے ہیں یا زمین میں دفن کر دیتے ہیں، شب عاشور کیمپ کے تمام
تعزیئے مہاراجہ کے خیمہ تک جلوس کے ساتھ لیجائے گئے میں بھی ہندوستانی لباس

میں اس جلوس کے ہمراہ ہاتھی پر ہو لیا جس کو اس موقع پر ریزیڈنٹ نے خاص
طور سے بھیجا تھا۔ پوری رات گشت کرتا رہا قریب تین بجے صبح کے واپسی کی
نوبت آئی لیکن مجھکو اس کا اعتراف ہے کہ شب عاشور کے دلدوز مناظر نے
میری تکالیف کی تلافی کر دی، تقریباً سو سے زائد تعزیئے تھے ہر ایک کے پیچھے
مذکورۂ بالا حسینی فقیروں کا غول سینہ زنی کرتا ہوا رسولؐ اور اُن کے نواسے
حسینؑ کا نام لیا جاتا تھا، مرہٹہ ڈھولوں اور ترو ہیوں کا شور و غل اور
ساتھ ہی ساتھ ہر چہار جانب سے گذرنے والے حیرتناک پر جوش جتھے، یہ وہ چیزیں
ہیں جو قابل ذکر ہیں، بحیثیت مجموعی یہ ایک ایسا غیر معمولی منظر تھا جس کو میں نے
کبھی نہیں دیکھا تھا، ایسے مرہٹہ سردار جو ذات کے برہمن نہ تھے وہ اپنے خیموں
ہی کے سامنے تعزیئے بنا تے اور رکھتے ہیں، اُن پر بڑی رقمیں خرچ کرتے ہیں
ان میں کے بعض تعزیئے تو بہت ہی خوبصورت تھے، بعض تعزیوں کے سامنے چبوترہ
بنا ہوتا ہے جس پر بُراق کی شبیہہ ہوتی ہے، جلوس میں ہاتھی بھی تھے جو خاص
طریقے سے سجائے گئے تھے اور جن پر بڑے بڑے علم تھے جن کے پھریرے سبز و
سُرخ تھے، یہ جلوس جگہ جگہ پر حسب موقع رُکتا جاتا تھا تاکہ مرثیہ خوانی کی جا سکے
اور حلقہ بنا کر ماتم بھی کر سکیں، جلوس کے ساتھ اونٹ پر روٹیاں بھی تھیں جو
غربا کو تقسیم کی جا رہی تھیں، راہ میں قدم قدم پر جہاں جہاں بھی تعزیئے رکھے
ہوئے تھے وہاں شربت اور ٹھنڈے پانی کی سبیلیں لگائی گئی تھیں، پانی اور شربت

ہر پیاسے کے لئے امام کے نام پر وقف تھا، جلوس ڈیوڑھی کے سامنے سے ہو کر
پشت پر ایک چھوٹے سے خیمہ کی طرف آیا، یہ خیمہ مہارانی کے لئے نصب ہوا تھا
اس خیمہ کے در پر بید کی چک پڑی تھی، خیمہ کے اندر کوئی روشنی نہیں تھی، مہارانی
مع اپنے خدم و حشم کے اندر تھیں جہاں سے وہ باہر کی تمام چیزیں دیکھ سکتی
تھیں خیمے کے سامنے ایک بڑا دائرہ بنا ہوا تھا، جہاں لوگ پھری گتکا اور
اپنے سپہ گری کے کرتب تلوار ڈھال لئے ہوئے دکھلا رہے تھے، بعض تنہا کمال
دکھلاتے تھے اور بعض باہم ایک دوسرے سے رد و بدل کر رہے تھے اس جلوس
میں یہ منظر بھی دیکھنے میں آیا جس کو میں نے کیمپ کے سوا کہیں نہیں دیکھا تھا،
ایک شخص اپنے ہاتھ میں علم لئے ہوئے تھا اور اس کے پاس ہی تقریباً ۳۰
آدمی تین چار قطار میں علمدار کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے یہ لوگ خاص قدم
کے ساتھ پینترے بدلتے ہوئے چکر لگاتے تھے اپنی ننگی تلواریں اور تمغیں چمکاتے
گھماتے، جاتے تھے اور ہر ہر لمحہ پر محمدؐ، علیؑ اور حسینؑ کا نعرہ لگاتے جاتے تھے۔"

Letters written in Mahratta Camp
No. VII, P. 69 to 72
(مرہٹوں کے خیموں سے خطوط، چٹھی نمبر ۷ صفحات ۶۹ تا ۷۲)

مرسلہ سر ٹامس ڈیوڈ براؤٹن

مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۱۳ء

قابل توجہ یہ امر ہے کہ مرہٹوں کی تعزیہ داری کا یہ اہتمام ایسے موقع سے متعلق ہے جبکہ یہ لوگ کیمپ میں فوجی زندگی بسر کرتے تھے، اور مسافرت کا عالم ہوتا تھا، مسٹر براؤٹن نے مہاراجہ کے قلعہ یا شہر کی عزاداری کا نقشہ نہیں کھینچا ہے، صاحب بہادر نے اس خط کو مقام "بناس" Banas. سے ۲۶ فروری ۱۸۰۹ء کو تحریر کیا ہے جہاں مرہٹوں کا پڑاؤ تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کوئی ایسی ہندو ریاست نہیں ہے جہاں امام حسینؑ کی تعزیہ داری نہ کی جاتی ہو، گوالیار، اندور، بھرتپور، بڑودہ، دھولپور، دتیا، بوندی کوٹہ، جے پور، جودھپور، میسور، جام نگر، کاٹھیاوار، بنارس وغیرہ وغیرہ کے ہندو والیان ریاست عرصہ دراز سے مراسم عزا بجالاتے ہیں صرف ایک گوالیار کی ہندو ریاست میں "عزائے امام" میں جتنا خرچ کیا جاتا ہے اس قدر کسی مسلمان والی ملک کے یہاں محرم کے اخراجات نہ ہوں گے، ۱۷۶۱ء میں مرہٹہ اور درانی معرکے کے بعد سے سندھیا یعنی مہدجی مہاراج عزائے حسینؑ کے سلسلہ میں حسینی فقیر بنے، اس وقت سے آج تک اس خاندان کے تمام مہاراجگان فقیری لیتے آئے ہیں، گوالیار کی عزاداری کا فروغ جیواجی مہاراج کے عہد سے ہے جو موجودہ مہاراجہ کے دادا تھے، جیواجی مہاراج پر ایک خاص واقعہ گذرا تھا جس سے ان کو امام حسینؑ سے بہت زیادہ عقیدت ہو گئی تھی۔

"جس وقت جیواجی مہاراج کی شادی کا زمانہ قریب آیا اور پنڈتوں نے

جنم کنڈلیاں دیکھ کر حساب لگایا تو ماہ محرم میں بھانوروں کا مہورت نکلا جب
سے ہندو مسلم امرا و سرداران ریاست کے علاوہ خود بدولت مہاراجہ صاحب کو
فکرمند مگیر ہوئی کہ یہ مہینہ غم و ماتم کا ہے، ان دنوں ہمارے یہاں کے ہندو،
مسلمان بیاہ شادی اور ہر طرح کے مراسم خوشی سے پرہیز کرتے آئے ہیں مصلحت
یہی ہے کہ مہورت بدل دی جائے، لیکن پنڈتوں نے کچھ ایسا دیا پیچ تھوڑا
ہی ڈالا تھا۔ کتنے ہی خفیہ دربار اور مشورے کئے گئے، مہاراجہ نے پنڈتوں
سے معذرت کی، سرداروں نے سمجھایا بُجھایا "بڑی کرپا ہو گی چند روز کا آگا
پیچھا کوئی بات نہیں ذرا مہورت اِدھر اُدھر کر دیا جائے تو اچھا ہے،" بمشکل تمام
بعض پنڈت کسی قدر نیم راضی ہوئے، لیکن دوسرا گروہ اپنی ضد پر قائم رہا
انتہائی خوشامدوں پر بھی نہ پسیجا، "واہ یہ سمے ٹل گیا تو ایسا شُبھ مہورت
آنا مشکل ہے، نہیں صاحب کچھ ہو بھانوریں ضرور پڑیں گی،" چونکہ اس گروہ کا
پلّہ بھاری تھا کوئی کچھ نہ کر سکا، دوسرے پنڈتوں نے جو مہورت بدلنے پر رضامند
تھے غور و تنقیح کرکے کہا، اچھا اگر مہورت بدلنا نہیں ہے تو کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیئے
کہ سانپ مرے اور نہ لاٹھی ٹوٹے۔ ورنہ اب سے دور کوئی نیکی بدی ہو گئی تو کیا
کرینگے، اس پر مہورت کے حمایتیوں نے یہ راہ نکالی کہ اچھا محرم تو شہر میں ہو گا
بجائے شہر کے کسی جنگل میں ڈیرے تنبو لگا کر مہاراجہ کی شادی رچائی جائے، پھر تو
کوئی اعتراض نہیں! قصہ کوتاہ مہاراجہ کے خلاف مرضی ہاتھ میں شادی کا کنگنا

باندھ ہی دیا گیا ادھر وہ تاریخ نزدیک آرہی تھی جس میں غریب الوطن بیلسے امام مظلوم علیہ السلام اور اہلبیت رسولؐ انام کے خشک گلے کربلا کی ریت پر کاٹے گئے تھے ادھر موضع "پارسین" کی سرزمین خیمہ و خرگاہ سے معمور ہوگئی، مارے لاؤ لشکر کے تل رکھنے کی جگہ نہ رہی، قسم قسم کے کھانوں کی بہتات تھی، جنگل میں منگل ہو گیا، محرم کی چھٹی تاریخ دن ڈھلے کے وقت جبکہ لوگ شادی کی رساؤں، کھاؤں میں لگے ہوئے تھے قدیم دستور کے مطابق سری صاحب کی طرف سے مہاراج کی فقیری کا لوازمہ جانے لگا، لوازمہ کا ماتمی باجہ سنکر پنڈت دوڑے اور بہت برہم ہوئے، کہا کہ جاؤ اس وقت فقیری لینے کا موقع نہیں، جب وہ لوگ بالکل مجبور ہوگئے تو انھوں نے آہ سرد کے ساتھ "یاحسینؑ" کا ایک دلدوز نعرہ لگایا اور نفیریاں شہنائیاں نیچے کرکے ڈھول تاشے الٹ کر اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور دیس نکالوں کی طرح ناکام الٹے پاؤں پلٹ گئے، ابھی وہ اپنے ڈیرے تک بھی نہ پہونچے ہوں گے کہ دفعتہً ایک طرف سے کالی آندھی اٹھی یکایک شب تار کا سماں کھنچ گیا، ہر طرف اندھیرا گھپ ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھائی دے دوست دشمن کی تمیز نہ رہی، ارے توبہ! پھر کہاں کی شادی وادی، کیسی دھوم دھام اور بھیڑ دنگاہ، ہزار چوب کا دل بادل شامیانہ جس کے آگے قصر افراسیاب کا کاخ نوشیروان مات تھا، پرکاہ کی طرح اڑ گیا، وہ کھلبلی مچی، اس زور سے بھگدڑ پڑی خدا دن نہ دکھائے، کوئی کانٹوں میں الجھا، کوئی درخت سے ٹکرایا، کوئی خندق میں گرا

کسی کو ہاتھی گھوڑوں نے کچل ڈالا، الٹن پلٹن، اوپ خانہ، توپ خانہ، پنڈت
پروہت، پوتھی پترا، رتھ بہلی، نالکی پالکی ہشم زدن میں سارا کروفر ندارد،
غضب کی چیخ پکار ہوئی، وہ گڑبڑ مچی کہ توبہ ہی بھلی، ایسی نفسی نفسی پڑی کہ
باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا، کیا آدمی کیا جانور، رائی کائی ہوگئے سب کو تتر
بتر کرکے ذرا آندھی کا طوفان دھیما پڑا تھا کہ جیسے اک دم سے لاکھوں توپوں
کو مہتاب دکھائی جائے اڑ ڑز ڑ دھوں، اڑ ڑز ڑ دھوں، اس زور سے بادل
گرجا، گویا آسماں پھٹ پڑے گا۔ دیکھنے والے قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں
کوئی ڈھائی ڈھائی پاؤ، تین تین پاؤ بلکہ سیر سیر بھر تک کے اولے پڑنے
شروع ہوئے، اب زمین و آسمان میں کہیں پناہ نہ تھی وہ تناور درخت جو
آندھی سے لچلچے ہو چکے تھے اولوں کی مار سے چرچرا چرچرا کر زمین پر آرہے
جن مرہٹی افواج نے کسی وقت سارے ملک میں تہلکہ ڈالا تھا آج وہی
اس قہر کی تاب نہ لا کر "کھیلوں" کی طرح بکھر گئیں، معلوم ہوتا تھا کہ خدائے
قہار اب سارے عالم کو نیست و نابود کردے گا، بس اشارہ کی دیر ہے ظہور
بھیکا اور قیامت آئی، آسمانی گولوں یعنی تباہ کن اولوں نے پل مارتے ہی
سنتھراؤ کر دیا، اس بدحواسی کو کیا کہیے کہ نئی نویلی دلہن، ریاست کی ملکہ،
مہارانی صاحبہ کا ڈولہ سنسان بیابان میں چھوڑ چھاڑ کر کہار تک نہ جانے
کہاں اڑن چھو ہو گئے، خدا خدا کرکے توبہ قبول ہوئی، اولے تھمے بادل کھلا

مطلع صاف ہوا، لوگوں کی جان میں جان آئی جن کے ہاتھ پیروں میں کچھ سکت باقی تھی، جھاڑ جھنکاڑ، کھائی خندق سے نکل نکل کر لرزاں و ترساں کیمپ کی طرف پلٹے، چار سو ایک عبرت ناک منظر تھا سارا کیا دھرا خاک میں مل گیا، لکھو کھا روپیہ پر پانی پھر گیا، نقد و جنس کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ یوں اندازہ لگا لیجئے کہ اس وقت کے کھوئے ہوئے ہاتھی چھ چھ مہینے بعد ملے، یہاں یہ معجزات بھی قابل غور ہیں کہ اتنا کچھ ہوا لیکن ہزارہا آدمیوں نے دیکھا کہ سید فقیر محمد صاحب کا خیمہ جوں کا توں اپنی جگہ پر قائم رہا اور وہیں قریب ہی کسی دیوی کے مندر کے پاس "وزیر خاں بگلچی"، کا ننھا سا تعزیہ اور مٹی کا دیا بدستور قائم رہے، اس طوفانی جھکڑ اور ہلاکت خیز اولوں کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا وزیر خاں بگلچی اپنے تعزیہ پر چادر تانے ایک مٹی کا دیا روشن کئے ماتمی بگل بجانے میں محو تھے ان کو اس قیامت کی خبر بھی نہ تھی) اب کہاں کا مہورت اور کیسی شادی، قضا کے منھ سے نکلے، مرتے مرتے بچے، عالیجاہ شرسیان مہاراجہ صاحب بہادر سے لے کر ادنیٰ خدمتگار تک کے دل پر حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی پُر جلال عظمت و ہیبت طاری تھی سب کے سب امام حسینؑ، یا امام حسینؑ کہتے ہوئے خاک بر سر شہر کو پلٹے، مہاراجہ نے دولہا بن کے علاوہ ماہ سیر جواہرات کے زیورات، انٹھے کنٹھے، جوشن و دشن، مور مکٹ، انگن کنگن، اتار پھینکا

اور نہایت صدق دل و انتہائی عقیدت سے حسینی فقیر بنے، اور عزیزو اقارب کے ساتھ "سناتن دھرمی" ترتیب کے مطابق محلے محلے تعزیوں کو "ڈنڈوت پرنام" کرتے پھرے اور دھوم دھام سے محرم کیا، اب کیا تھا رعایا برایا سب ہی تو ڈرے لہٰذا تمام مرہٹہ، برہمن اور دوسری قوموں کے سردار، جاگیردار وغیرہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے اپنے جذبات کے مطابق سرکار حسینی میں اظہار عقیدت کرنے لگے، جیواجی مہاراج کے بعد، مہاراجہ سر مادھو راؤ جی بڑی عقیدت کے ساتھ عزاداری کرتے رہے، لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا، محرم کا چاند ہوا، فاتحہ کے بعد ہندو مسلمانوں کے لیے لنگر خانے کھلے سبیلیں جاری ہوئیں اور امامباڑوں کے پردے اٹھا دیئے گئے، مہاراج پہلی محرم سے فقیری لیتے اور تعزیہ داری شروع کر دیتے، ریاست کا امامباڑہ ہر روز نئے اسلوب سے سجایا جاتا، مہاراج کے امامباڑے کے علاوہ مرہٹہ اور برہمن سرداروں کی حویلیوں میں بھی ایک نمایاں حصہ امامباڑے کے لیے مخصوص ہوتا تھا اور وہ اپنے امامباڑے بھی اس اس انداز سے سجاتے تھے کہ انسان تصویر حیرت بن جائے، امامباڑوں کی زیارت کے لئے ہندو مرہٹہ دیویاں پراگندہ مو، با حال پریشاں "اشت انگ پرنام" کرتی امامباڑے کے راستے میں فرش راہ ہوتی آتیں، اور سر بسجود اندر داخل ہوتیں (اشت انگ پرنام کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر لیٹ گئے اور جہاں تک ہاتھ پھیل سکا

نشان کر دیا پھر کھڑے ہو کر اسی طرح لیٹے اور نشان دیتے آگے بڑھے) ہر سال سرکاری امامباڑے میں ہزاروں آدمی جمع ہوتے مجلسیں ہوتیں، مہاراج سرمادھوراؤ سندھیا بہت خوش عقیدہ تھے، مجلس میں با ادب آتے شرکت کرتے اور گریہ وزاری کرتے، پس پردہ رانیاں، مہارانیاں، راجکماریاں اور مرہٹہ سرداروں کی بہویں بیٹیاں بیٹھتیں، اور ڈھاڑیں مار مار کر "امام حسین" پکاراں کرتیں، ایک سال محرم و دسہرہ ایک ساتھ پڑا، مہاراجہ نے نہایت رواداری سے دسہرہ کی رسمیں ادا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہا کہ غم کے سمے خوشی اچھی نہیں خود حسینی فقیر بنے رہے اور تعزیہ داری کے مراسم ادا کرتے رہے۔

مہاراج کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ ایک بار کسی کارخانہ کی دیکھ بھال کر رہے تھے نہ جانے کس طرح بجلی کی مشین کے پہیے میں آپ کا دامن الجھ گیا، قریب تھا کہ مشین میں کھنچ کر پس جاتے لیکن مہاراجہ کی زبان سے نکلا "یا حسین" تڑاق سے مال ٹوٹی اور پہیے رک گئے، دریافت کرنے پر مہاراج نے بتلایا کہ بے اختیار "یا حسین" زبان پر آتے ہی ایک تجلی ہوئی میری آنکھیں چوندھیا گئیں، ہائے افسوس درشن نہ کر سکا، بعد کو دیکھا گیا تو یہ معلوم ہوا کہ مال ٹوٹی نہ تھی جسے حسن اتفاق سمجھا جائے بلکہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے تلوار سے کاٹ دیا ہے، مہاراج کا ریشمی کپڑا بھی جو الجھ گیا تھا وہ بھی تلوار سے کٹا ہوا معلوم ہوا آج تک یہ ریشمی کپڑا گوالیار میں محفوظ ہے اور سال میں ایک مرتبہ نکالا جاتا

ہے اور مہاراج مثل دیگر مذہبی تبرکات کے اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں (دیکھو العرب بمبئی مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۶۰ھ عدد ۹۱ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء)

اسی طرح ماہ جون ۱۹۱۱ء میں مہاراج انگلینڈ گئے ایک روز بمقام "ہیلمینگم" فوجی کرتب کی نمائش میں شرکت کی وہاں ملک معظم اور شاہی خاندان کے علاوہ غیر ملکوں کے نمائندے بھی موجود تھے، اس موقع پر مہاراجہ صاحب گھوڑا دوڑاتے آئے تو خدا جانے کس طرح عمامہ کا پیچ کھل گیا، وہ لہراتا بل کھاتا زمین پر گرا نہ جانے کس کھیت کا گھوڑا تھا ان چیزوں سے نا آشنا۔ بری طرح بھڑکا اور بگٹٹ بھاگا، مہاراجہ نے بہتیرا روکا، پوری قوت سے راسیں کھینچیں ذرا نرم نہ ہوا، برقی سرعت سے فراٹے بھرتا چلا گیا نزدیک تھا کہ ملک معظم کے قریب باڑے سے ٹکرائے اور غضب ہو جائے، مہاراجہ نے یا حسینؑ کا نعرہ بلند کر کے لگام کا ایک جھٹکا دیا، گھوڑا زمین پر منہ کے بل آ رہا اور کسی نامعلوم غیبی طاقت نے مہاراجہ کو اس شان سے کھڑا کر دیا کہ ایک پاؤں زمین پر دوسرے سے گھوڑے کا ٹینٹوا دبائے رسیاں تانے ڈٹے ہوئے ہیں، ادھر گھوڑے کو جیسے کسی نے جکڑ دیا ہے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کئے پڑا ہانپ رہا ہے، ملک معظم اور تمام مجمع متحیر ہوا، تالیاں بجا کر مہاراج کی تعریف کرنے لگے اور اس کارنامہ پر ملک معظم نے "ہیروز آف ہارس مین شپ" کا خطاب دیا، اب کیا تھا مہاراجہ کی شہسواری کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گیا، لیکن مہاراجہ جانتے تھے کہ کون آڑے آیا

کس کی مدد سے جان بچی، گوالیار تار بھیجا گیا اور حضرت سید الشہداء کے احترام میں تو ہیں سر ہونے لگیں، مہاراجہ کی زندگی کے آخری سال جبکہ تعزیہ کو آگ لگ گئی تھی یہ سنکر کہ آگ لگ گئی یا حسینؑ کے نعرے لگاتے ہوئے گرتے پڑتے خود کمپو پہنچے اور جلتے ہوئے امامباڑے کے سامنے دھاڑیں مار مار کر بے ساختہ رونے لگے اور یہ دلخراش بین کرنے لگے۔

"آن داتا! اپنے داس (غلام) کی خطائیں معاف فرمایئے، یا امام حسینؑ گنہگار قابل رحم ہی، ہائے اب کہاں جاؤں۔ مالک میرے داس (غلام) پر دیا کریں، دین بندھو، آپ ہی کا آسرا ہے اس غلام سے خفا نہ ہوں"

لوگوں نے تسلی دینی چاہی، جواب دیا، "مجھے آنکھوں سے اپنا انجام نظر آگیا اب کیا ہوتا ہی، اب کی محرم میں مادھو نہ ہوگا" واقعی جو مہاراج نے کہا تھا وہی ہوا، اسی سال "سورگ باش" ہوئے۔ لیکن مرنے سے پہلے ایک عالی شان سنگین امامباڑہ تعمیر کرا گئے، دوران تعمیر میں بحسرت یہ کہتے جاتے تھے کہ امامباڑہ تو بن رہا ہی لیکن اب کی محرم میں جب اس میں تعزیہ داری ہوگی حسینؑ کا سیوک مادھو زندہ نہ ہوگا" (ماخوذ از گوالیار کا محرم مرزا فہیم بیگ چغتائی حنفی گوالیاری)

مہاراجہ مادھو راؤ سندھیا کے بعد بھی محرم اسی شان سے ہوتا ہی، اہل ہنود ہندی میں درخواستیں لکھ لکھ کر تعزیوں سے باندھتے ہیں اور دربار امام سے اپنی مرادیں پاتے ہیں، گوالیار میں کربلا جاتے وقت ہزاروں ہندو ماتھے پر

چندن لگائے، بھوؤں کے درمیان عود دان کی راکھ کا ٹیکہ کئے، سر پر چھوٹا سا تعزیہ رکھے "یا امام حسینؑ" کہتے ہوئے ملیں گے، مرزا فہیم بیگ حنفی نے ایک ہندو زمیندار کی گفتگو نقل کی ہے جو نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے محرم کے ذکر پر اس نے کہا:۔

"جو کچھ تعزیہ بول جائے وہ بالکل سچ ہوتا ہے"

پوچھا، "ٹھاکر صاحب کیا تعزیہ بھی بولتا ہے"

اس نے یقین دلاتے ہوئے فوراً جواب دیا۔

"رام دی تعزیہ بولتا تو ہے ہی اور جو بولے وہ ہمیشہ پورا اُترتا ہے"

موجودہ مہاراجہ جارج جیاجی راؤ بھی مثل اپنے باپ دادا کے امام مظلوم کے بہت عقیدت مند ہیں، محرم میں حسینی فقیر بنتے ہیں مجالس و ماتم میں شرکت کرتے ہیں اور صبح و شام روزانہ ننگے سر اور ننگے پیر نہایت عاجزی و فروتنی کے ساتھ سر جھکائے ہوئے قلعہ سے آتے ہیں اور امامباڑے کے دروازے کے قریب ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چوبدار جو باہر کھڑے رہتے ہیں ان الفاظ کے ساتھ اذن طلب کرتے ہیں، یا حسین بن علیؑ، اے محمد مصطفےٰ کے نواسے، اے خدا کے محبوب آپ کا خادم ضریح کا بوسہ دینے اور زیارت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے" یہ سُنکر ضریح کے مجاور جواب دیتے ہیں کہ "اجازت ہے" اجازت ملنے پر مہاراجہ مثل ادب شناس غلاموں کے، سر جھکائے آنسو

بہاتے، ضریح کے قریب پہونچکر چہرہ و پیشانی سے مس کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ قاتلان حسینؑ اور اہلبیت پر ظلم کرنے والوں پر نفرین و لعنت کرتے جاتے ہیں، اسکے بعد بغیر پشت پھیرے ہوئے ادب سے اُلٹے پیر واپس چلے جاتے ہیں

(ملاحظہ ہو العرب، عبد المنعم عدوی حنفی مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء طبع بمبئی۔

شہید ظلم زمانہ شہید ہے تیرا　　ہر ایک قوم میں ہیں سوگوار کیا کہنا

(۲)

ہندوؤں کی پر خلوص تعزیہ داری پر روشنی ڈالنے کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب میں آپ کے سامنے مشہور و مایہ ناز ادیب، بین الاقوامی شہرت کے مالک، ایک مدراسی ہندو مفکر و رہنما مسٹر رنگا آئر سابق ایم ایل اے سنٹرل کا ایک عدیم المثال مضمون پیش کردوں جس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ سرکار حسینی سے ہندو قوم کو کس قدر خلوص و عقیدت ہے۔

قربانی کی بلند ترین منزل

حسینؑ نے ہم کو کیا سکھایا

(از، سی۔ایس رنگا آئر سابق ایم، ال، اے سنٹرل)

"(امام حسنؑ اور حسینؑ کی دردناک داستان غم سے ہندوستان کے مسلمان

ساتھ اُس جگہ کا سفر اختیار کرے۔ جہاں سے پھر کوئی واپس نہیں آتا۔ اُنھوں نے سب سے چلے جانے کے لئے کہا مگر برخلاف اُس افسر کے جس نے رخصت طلب کی تھی۔ بہادر اصحاب حسین ساتھ چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہ ہوئے، حالانکہ اُن سے بار بار یہی کہا جا رہا تھا۔

حسینؑ کے وفادار آسمان کے ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں، نسل انسانی جب تک کہ صفحۂ ہستی سے خود نہ مٹ جائے اُن کے کارناموں کو فراموش نہیں کر سکتی، اُن سب کو ساتھ لے کر، نہیں! اُن سے علیٰحدہ ہو کر، اُن کی زندگی میں، اُن کے بعد، انہیں شامل ہو کر اُنکے ذریعہ سے، اور بالکل تن تنہا حسینؑ اپنی قوت ارادی کا بادشاہ، اپنی قسمت کے سفینہ کا ناخدا حسینؑ نیکی، صداقت حسن اور عظمت کے منارہ کی طرح ابدالآباد تک تمام طوفانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے قائم ہے حسینؑ ایک ایسی یادگار ہیں جس سے زندگی برستی ہے جس کا پیغام ہے (حق و صداقت کے لیئے) "لڑو، لڑو، لڑو" "جب تک زندگی ہے لڑتے رہو اور لڑتے ہوئے مرجاؤ" "جنگ پر قائم رہو اور جنگ ہی میں جان دیدو" ایسا دوسرا لڑنے والا پیدا ہی نہیں ہوا۔ وہ کربلا میں کیا خوب لڑے ہیں، اُن سے لڑنے والے بے شمار تھے مگر سب کور باطن کسی میں اتنی بصیرت نہ تھی کہ دیکھتے وہ کس سے برسر پیکار ہیں حسینؑ خوب جانتے تھے کہ اُن کی جنگ کا خاتمہ اُن کی شہادت پر ہے یہی وجہ ہے کہ بجائے ایک تھوڑی

سُنی اور شیعہ یکساں متاثر معلوم ہوتے ہیں اُن کا عقیدہ ہے کہ اسلام کا انحصار خاص طور سے انھیں اماموں کی یادگار قائم رکھنے سے ہے، مسلمان حسنؑ اور حسینؑ ہر دو شہید راہ حق کا غم مناتے ہیں، سینہ زنی کرتے ہیں اور آبادی میں جلوس نکالتے ہیں اور باآواز بلند شاہ حسنؑ، شاہ حسنؑ، شاہ حسینؑ شاہ حسینؑ کہتے جاتے ہیں۔"

مندرجۂ بالا عبارت "سر والٹر لارنس" کی کتاب The India we Served. کے صفحات ۲۹۲، ۲۹۳ سے ماخوذ ہے

آگے چل کر پھر لکھتے ہیں"

"محرّم کا مہینہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں مُسلمان اپنی تاریخ اور مذہبی فرائض کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔"

سر والٹر لارنس اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "گوالیار میں جو ایک ہندو ریاست ہے محرّم بہت شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ تمام مرہٹے اُس سے یکساں دلچسپی رکھتے ہیں.........." سر والٹر لارنس بالکل صحیح کہتے ہیں کہ "بڑے تعجب کی بات ہے کہ محرّم میں دونوں مذاہب (یعنی ہندوؤں اور مُسلمانوں) میں فساد رونما ہو جبکہ یہ مُسلّمہ ہے کہ بہت سے ہندو خود عزاداری میں حصّہ لیتے ہیں........"

اگر ہمارے ہموطنوں کو "حسینؑ" کی تعلیم پر وقوف ہوتا اور ہم اُن کی قابلِ مثال و

سبق آموز قربانی کو جو ایثار و قربانی کی بلند ترین منزل ہے سمجھ لیتے تو محرم کی لازوال شہرت ہمارے دل و دماغ کو خوشگوار اغوت اور فرقہ وارانہ قلبی اتحاد کی بلندی تک پہونچا دیتی۔ ......" اگر حسینؑ کی زندگی اور قربانی کے مقصد اعلیٰ کو سمجھ لیا جائے تو ہر ہندو، شیعہ، سُنّی اور ہر ایک انگریز بالکل اس نتیجہ پر پہونچے گا کہ پست سیاست حسینؑ کی نظر میں بیکار تھی، اپنے دشمن کی فوج میں تفرقہ اندازی یا پھوٹ ڈلوانے کی کوشش کا خیال ہی اُن کے دماغ میں نہ تھا۔ وہ تو اپنے ہی ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ متفرق ہو جاؤ اور میرے ساتھ اپنی جان نہ دو۔ مگر اُن کے مُٹھی بھر اصحاب باوفا کے قدموں کو جُنبش بھی نہ ہوئی اور اپنی زندگی کی آخری سانسوں تک اُن کا ساتھ دیا، نہ موت کی تلخی اور نہ حیات کی شیرینی اُن کو اپنے آقا سے جدا کر سکی اس لئے کہ وہ لوگ حسینؑ میں تجلیات الٰہی کا مشاہدہ کر رہے تھے حسینؑ دُنیوی مقاصد رکھتے ہی نہ تھے بس اُن کا مقصد یہ تھا کہ مُستقبل میں تاریک، اور یزید پرست دنیا کے لئے ایک مثالی انسان، ایک نورِ ہدایت، اور ایک غیر فانی رہنما ہو کر رہیں۔ اُنھوں نے موت کو خود دعوت نہیں دی لیکن یزید کی بیعت اور اپنے ضمیر کا خون کر کے زندہ رہنا بھی اُن کو گوارا نہ تھا وہ صرف اپنے ضمیر کے پابند تھے جو اُس فرمانروا (یزید) کو تسلیم نہ کرتا تھا اس لئے کہ وہ نااہل، فاسق اور اسلام سے کوسوں دُور تھا۔ وہ نجنّ

وہ بخوشی

کنارہ کشی اختیار کر لیتے اگر یزید شیطان کا بندہ نہ ہوتا بلکہ حسین کی طرح خدا کا برگزیدہ بندہ ہوتا۔

اگر حسینؑ کو حکومت ملتی تو اُن کی حکومت زمین پر آسمانی و الٰہی حکومت ہوتی تاہم مرنے کے بعد بھی وہ ایسی حکومت کر رہے ہیں جو کوئی فانی حکمران نہیں کر سکتا، وہ لازوال تخت و تاج کے مالک ہیں، وہ ہمارے غیر فانی بادشاہ ہیں، اُنھوں نے فطرت انسانی کو غیر محدود وسعت عطا فرمائی ہے۔

حسینؑ کی شخصیت کا بہترین اندازہ اُن کے باوفا اصحاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے، جنھوں نے اُن کے اصرار کے باوجود حسینؑ کی رفاقت سے مُنھ نہ موڑا اور اُن پر اپنی جانیں نثار کر دیں تاکہ حُسن عقیدت اور فرض شناسی جو ایک حقیقی اور کامل رہبر سے وابستہ ہونا چاہیئے اُس کی مثال واقعہ کربلا کے مصائب و آلام سمیت قائم ہو جائے حسینؑ کا عمل ڈیوک آف ولنگٹن کی طرف منسوب شدہ اصول سے بہت بلند تھا یہ وہی ڈیوک ہے جس نے واٹر لو Waterloo میں نیپولین کو جرمن جنرل بلوشر کی اعانت سے شکست دی تھی، سواروں کے ایک دستہ کو دفعتہ مقام "راس امید" Cape of Good Hope. بھیجے جانے کے موقع پر ایک افسر نے گھر پر رہنے کے لیے رخصت طلب کی تو ڈیوک مذکور کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُس نے جواب دیا "چلو یا بک جاؤ" Sail or Sell. حسینؑ یہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی شخص اُن کے

[Proceed or get sold]

فوج جمع کرنے کے وہ اپنے موجودہ ساتھیوں کو بھی واپس کر رہے تھے وہ مال غنیمت کے لیے جنگ نہیں کر رہے تھے جس کی کشش ہمیشہ سپاہیوں کو کھینچ لاتی ہے، انھوں نے نہ حسین عورتوں کی طمع دلائی نہ شراب کے قرابوں کے ذریعے انھیں مردِ میداں بنایا۔ نپولین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے "کیلے" (Calai..) میں اپنی فوج سے کہا تھا کہ اگر انگلستان پر فتح حاصل ہو جائے تو دنیا کی بہترین عورتیں ان کے ہاتھ آئیں گی۔ حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمارا ساتھ چھوڑ دو اس لیے کہ دنیوی نقطۂ نظر سے جنگ میں ہم کو فتح نصیب نہ ہوگی حسینؑ فانی انسانوں کی دنیا کے آدمی نہیں تھے اُن کا واسطہ خدائے حیّ وقیوم سے تھا۔

خداوند عالم اپنے پیغمبروںؑ اور اماموںؑ کو ناقص اور گنہگار انسانوں کی تکمیل و تطہیر کے لیے بھیجتا ہے حسینؑ زمین پر خدائی احکام کے ترجمان تھے یہی وجہ ہے کہ آج ہم اُن پر مثلِ بچوں اور یتیموں کے روتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ آنسوؤں سے کسی کا کام نہیں چلتا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ گریہ و ماتم المناک نمائش ہے مگر واقعہ کربلا کے اذکار اور حسینؑ کی یاد تازہ رکھنے کے لیے آنسوؤں کے دریا بہہ جاتے ہیں۔ یہ گریہ و زاری بیکار نہیں جاتی اور نہ کوئی لاحاصل نمائش ہی ہے، بلکہ یہ آنسو ہماری قوت حیات اور زندگی کا سرچشمہ ہیں، زیدیت کی گرد جو ہم میں اور ہمارے چہار جانب

جمع ہوتی رہتی ہے اُسے سال بہ سال دُھلنا ضروری ہے۔ جو آنسو ہم حسینؑ کے لیے بہاتے ہیں وہ ملک کو، ہمارے نفوس کو، ہم پر ظلم کرنے والوں کو، وہ جن پر ہم نے ظلم کیا ہے سب کو پاک کر دیتے ہیں،" اس لیے ہمیں جی بھر کے رونا چاہیے۔" آؤ! ہم اپنے آنسوؤں سے امام حسینؑ کے (مبارک) پاؤں دُھلائیں، ہم بچے اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتے ہیں کہ اپنی مختصر اور غمگین زندگی میں روئیں اور رو کر اپنے کو اُن کی نظر میں اہل ثابت کریں، اور اتنا روئیں جو اُن کی حیرت انگیز قربانی کے شایان شان ہو، اپنے گناہوں اور خطاؤں حماقتوں، اور غلطیوں کا اعتراف اس سے بہتر کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ عقیدت کے آنسو بہائیں[۱]۔"

خداوندا! ہمیں یزیدیت کی ضلالت و گمراہی سے دُور رکھنا، ہمیں ہوا و ہوس اور اُس کی کاوشوں سے بچانا، ہمیں حسینؑ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق، اور ان کی شجاعت کا ایک جزو عطا کرنا، اور اُن کے اُس زبردست ایمان میں سے شمّہ بھر مرحمت کرنا، جو پہاڑوں کو متزلزل کر دینے والا تھا،

---

[۱] گریہ کے خلاف آواز بلند کرنے والے، یا یہ دعویٰ کرنے والے کہ ہم رُلانے کیلئے نہیں آئے ہیں، ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔" امام حسینؑ پر گریہ کرنے سے جو اخلاقی اور نفسیاتی اثر مترتب ہوتا ہے اُس کو انشاءاللہ کسی موقع پر تفصیل سے پیش کیا جائیگا، یہاں پر کاغذ کی گرانی اسکی تفصیل کی اجازت نہیں دیتی۔

ہمیں امام حسینؑ کی محبت و قربانی کے چشمہ سے سیراب کرنا جو صداقت و شجاعت محبت و ایثار کا کبھی نہ خشک ہونے والا سر چشمہ ہے۔"

حسینؑ کی شجاعت کی طرح اُن کی دولت کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ حسینؑ کی دولت موجودہ زمانہ کے آدمیوں کی دولت سے مختلف ہے جو قارون کی طرح دولت مند ہیں، بہر حال اُن کی دولت کی ایک حد ہے، مگر حسینؑ کی "دولتِ عقل" بے انتہا اور لازوال ہے۔ جس سے ہم مثل اپنے آباؤ اجداد اور آنے والی نسلوں کے مستفید ہو سکتے ہیں۔ حسینؑ کا خزانہ کبھی خالی نہیں ہو سکتا، صدیوں سے سال بہ سال بے شمار مرد، عورت اور بچے ان کی زندگی اور موت کے "من و سلویٰ" سے بہرہ یاب ہوتے رہے ہیں۔ جس نے اُن کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ وہ گنگوتری کے منبع کی حیثیت رکھتے ہیں جو کبھی نہ خشک ہونے والے دریا گنگا کو پانی دیتا ہے۔ وہ جو لکھوکھا مخلوق کو زندگی دیتا ہے، اور میدانوں کو گلزار بنا دیتا ہے۔ حسینؑ اور اُن کے کربلا کے المناک اور بہادرانہ کارنامے کی یاد تازہ کرنے سے ہمارے وجود کا تعطّل اور غیر افادیت دُور ہو جاتی ہے۔" اُن کی تعلیم ہے جیو اور جینے دو، دنیا وسیع ہے۔ تنگ نظر ہو کر دھوکا دینے سے کیا حاصل، وہم پرستی کو مذہب، منافقت کو خلوص، وقتی غلبہ کو دائمی اقتدار نہ سمجھو۔

امام حسینؑ کے جسم کی زیارت سے تو ہم (اس وقت بظاہر) محروم ہیں مگر اُن کی اور واقعہ کربلا کی غیر مادی تصویر بے باک و پاکیزہ ذہن میں ثبت

رہے گی۔ اس ارزاں شہادت کے زمانہ میں جبکہ شر مرجان دینے والے "شہید" ان سے کہیں زیادہ ہیں، انسان عموماً ہوا و ہوس کا شکار رہتا ہی اور زیادہ تر بجائے راہ ہدایت کے راہ ضلالت اختیار کر لیتا ہے، زندگی کی راہ حقیقتاً سُنسان ہے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اس تاریک عالم میں حسینؑ کی قربانی کا نور اُس بلند ترین مرکز (اُفق) سے چمک رہا ہے جہاں کبھی کوئی انسان نہیں پہونچا، وہ ہر طرف ضیا باری کرتا ہوا مخلوق میں خدائی طاقت کا اعلان کر رہا ہے، در حقیقت یہ قربانی صحن عالم میں "منارۂ نور" کی طرح ہمیشہ ہمیشہ تاباں و درخشاں رہے گی، حسینؑ کی قربانی کا متبرک نور ہماری زندگیوں کو روشن کر دے گا اگر ہم اپنے ظلماتی پیکر کو درخشاں کرنے کے لئے "حسینیتؑ" کے نورانی چادر سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیں۔" (ترجمہ مرادی از انگریزی مون لائٹ محرم نمبر ۲۸ جنوری ۱۹۴۲ء)

آج ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں "حسین مظلوم" کی سیزدہ صد سالہ یادگار منائی جا رہی ہے، "وہ حسینؑ" جس کے متعلق یہ بتایا جاتا ہے کہ اُس نے ظالموں سے یہ کہا تھا کہ "مجھے رستہ دو کہ میں ہندوستان چلا جاؤں"، بظاہر حسینؑ کو ہندوستان نہیں آنے دیا گیا، لیکن کون ایسا ہندوستانی ہے جس کے "حریم دل" میں "حسینؑ" کا جلوہ نہ ہو، "ہندوستان" "حسینؑ" کا ہے اور "حسینؑ" ہر ہندوستانی کے ہیں، حسینؑ نے جو پیغام تیرہ سو برس پہلے "عالم انسانیت" کو دیا تھا۔ آج خصوصیت سے ہر ہندوستانی اس پیغام کو

اپنا نصب العین بنانے کے لئے تیار ہے۔ یقیناً وہ ایک بین الاقوامی اتحاد کا پیغام تھا جس کی گونج تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد بھی طول و عرض ہند میں آج سُنائی دے رہی ہے۔

ہر ہندوستانی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا کیوں نہ ہو یہ یقین رکھتا ہے کہ "ہندوستان کی بہبود حُسینیت کی نشر و اشاعت میں مضمر ہے" اس میں ہندو و مسلمان کا سوال نہیں ہے، رنگ و روپ، نسل و قوم کے امتیاز و تفوق کو "حُسینیت" ختم کر دیتی ہے حسینؑ نے سامی، و آریائی' اور "اسود" و "ابیض" (کالے و گورے) ہر ایک کو نوازا، "حسینؑ" اور صرف "حسینؑ" ہی کی وہ ذات ہے جس کے متبرک نام سے مُلک کی موجودہ بےچینی اور انشقاق و افتراق کو دُور کر کے آزادی کی نعمت کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ آؤ ہم سب مجتمع ہو کر "حُسینی علم" کے نیچے متحد ہو جاویں اور پھر آزادی کے حصول کی سعی کریں' وہ تاریخی "عہد نامہ حُسینی" جس کو اس سال ہم سب نے مل کر دسویں محرم کو "حسینؑ کے شہید ہونے کے وقت" پڑھا ہے، ذرا ٹھنڈے دل سے اس کی اہمیت پر غور کریں کہ ہم نے "حسینؑ" سے کیا عہد کیا ہے، دیکھئے یہ وہ میثاق ہے جو ہمارے لئے ایک لائحہ عمل پیش کرتا ہے، اب ہم کو کوشش کرنا چاہیئے کہ "حسینؑ" کے پاک و پاکیزہ اصول پر عمل پیرا ہو کر اپنے میں ایسی صلاحیت پیدا کریں جس سے ہم میں "یزیدیت کے جراثیم" کے پیدا ہونے یا پرورش پانے کا پھر کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے۔

نجات دہندۂ عالم حسین ابن علیؑ کی بارگاہ میں

سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کے موقع پر

غیر مسلم مشاہیر کا خراج عقیدت

ہز ہائنس مہاراجہ سر جیواجی راؤ سندھیا آف گوالیار

آج سے تیرہ سو سال قبل کربلا کے خونیں میدان میں جو ہولناک اور درد انگیز سانحہ وجود میں آیا تھا، اُس کی یادگار ہر سال محرم کے مہینہ میں ساری دنیا میں منائی جاتی ہے، رسول اسلام کے پیارے نواسے حضرت امام حسینؑ نے ظالم کے مقابلہ کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، وہ جور و تعدی کے سامنے سر جھکانے پر تیار نہیں تھے، ان میں عقیدہ اور ضمیر کی پختگی تھی، اعلیٰ ترین مقاصد اور بلند ترین نصب العین اُن کے سامنے تھے اس لئے انھوں نے ایک بڑی اور طاقتور فوج کا دندان شکن مقابلہ کیا وہ اور اُن کے ساتھی اس جنگ میں مارے گئے دشمن کے ظلم و تعدی کا مقابلہ آپ نے خدا کے انصاف پر اعتماد رکھتے ہوئے اپنے اٹل ارادہ، اپنی بلند ہمت اور اس مستحکم عقیدے سے کیا کہ چاہے اُس وقت جو کچھ بھی ہو مگر آخر میں حق اور صداقت کو فتح حاصل ہوگی، تاریخ اسلام کا یہ یادگار واقعہ

عقائد کے اختلاف اور نسل و رنگ اور مذہب کے تنگ نظریات سے بالاتر ہے اور اس قابل ہے کہ نسل انسانی اس کو اپنے دلوں میں جاگزیں کرلے اور قربانیوں کی پروا کئے بغیر ادائے فرض کی اہمیت کو سمجھ لے، انھیں جذبات کے ماتحت میں اس عظیم الشان ہیرو کی خدمت میں اس کی برسی کے موقع پر اپنا کمترین ہدیۂ خلوص پیش کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس زندۂ جاوید شہید اعظم کی عظیم الشان قربانی ہمیشہ ان لوگوں کے دلوں میں جوش اور تازگی پیدا کرتی رہے گی جو بقائے آزادی اور عزت کیلئے اپنی جانیں دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

ہز ہائنس مہاراجہ شری سر نٹور سنگھجی بہادر کے سی ایس آئی مہاراجہ آف پوربندر کاٹھیاوار

کیا یہ چیز تضاد نہیں ظاہر کرتی کہ موت ہی حیاتِ حقیقی اور لازوال زندگانی پیشہ ہے، حق و انصاف کی خاطر موت اور انسانیت کی نجات کے لئے فنا بہتر اور اچھی زندگی گذارنے والوں کیلئے ایک لافانی پیغام ہے، موت قربانی کا دوسرا نام ہے۔ ایسی قربانیوں نے صرف یہ کہ تہذیب کو زندہ رکھا ہے بلکہ اس کو مالا مال کیا ہے اور زندگی بخشی ہے، امام حسینؑ کی قربانی بھی ایسی ہی تھی اور اُنھوں نے نہ صرف یہ کہ اسلامی فکر و عمل کو نمائش بخشی ہے بلکہ تمام انسانیت کو سنوار دیا ہے، آج جبکہ افراد اور اقوام میں بغض و حسد کی آگ بھڑک رہی ہے اور خون بہانا اصول بن چکا ہے۔ کیا ہم تباہ و برباد نہ ہو جائیں گے؟ اگر ہم امام حسینؑ اور ان کے رفقاء کی تعلیمات کو اپنے افکار کا سرمایہ اور اپنے

عمل کا مرکز نہ بنالیں؟ آج ہم کو اپنے دلوں میں ٹھان لینا چاہیے کہ ہم قیام امن و ترقی اور انسانیت کے ارتفاع کے لئے خدمت اور قربانی کے ان جواہر ریزوں کو عمل کی شکل میں تبدیل کردینگے جو کربلا کے شہدا رسے ہم کو حاصل ہی۔"

(مہاتما گاندھی)

امام حسینؑ نے اپنی اولاد نیز اپنے پورے خاندان کے لئے پیاس اور موت کی تکالیف کو قبول کیا مگر ظالم ارباب حکومت کے سامنے سر نہیں جھکایا، میرا عقیدہ ہی کہ اسلام کی ترقی اس کے ماننے والوں کی تلواروں کی بدولت نہیں ہوئی بلکہ اس کے دفقراری کی قربانیوں کی وجہ سے ہوئی ہی۔"

(پنڈت جواہرلال نہرو)

کربلا کے حادثہ عظمیٰ کی سیزدہ صد سالہ برسی ہمارے دل میں اُس واقعہ کی یاد کو تازہ کردیتی ہی جس نے بنی نوع انسان کے بے شمار افراد کو تیرہ سو سال سے مسلسل متاثر کر رکھا ہی، یہ یاد اکثر غم کی صورت میں منائی جاتی ہی، ممکن ہی کہ یہ اندوہ ملال اس واقعہ سے کبھی جدا نہ ہو لیکن کربلا کے عدیم المثال ہیرو اور اُس کی قربانی کی یاد جو اُس ہیرو نے مفادِ انسانی کی خاطر پیش کی جذبہ تفاخر کو بلند کرتی ہی اور ہمارے حوصلوں کو بڑھاتی ہی، ہم ایک ایسے پُر آشوب عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں

جبکہ دنیا میں ہماری آنکھوں کے سامنے انقلابات و تغیرات کا ایک سلسلہ جاری ہے اس لئے ہمیں حسینؑ کی یادگار سے اس فرض کا احساس کرنا چاہیئے جو ملک و قوم اور تمام عالم کی طرف سے ہمارے اوپر عائد ہوتا ہے۔ (مون لائٹ اسپیشل محرم نمبر ۱۹۴۲ء)

بمبئی یادگار حسینی کے موقع پر میں یوم الحسینؑ کے موقع پر آپ سے تعاون کرتا ہوں اور اس وقت جبکہ آپ ایک ایسے دلیرانہ واقعہ کی یاد منا رہے ہیں جس نے تیرہ سو سال سے ہزاروں انسانوں کی زندگیوں پر اثر ڈالا ہے میں بھی اپنی جانب سے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں"

الہ آباد یادگار حسینی کے جلسے میں "انسان حضرت امام حسینؑ کے واقعہ شہادت سے یہ سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ تمام ہندوستان کے باشندے خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے تعلق رکھتے ہوں ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات قائم کریں۔"

(بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو)

میں دنیا کے لاکھوں مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ امام حسینؑ کی اعلیٰ ترین قربانی کی تیرہ سو سالہ یادگار منانے پر فخر محسوس کرتی ہوں، کربلا کا دردناک سانحہ آج بھی ویسا ہی تازہ، ویسا ہی درد انگیز اور ویسا ہی اثر خیز ہے جیسا کہ اس روز تھا جب اسلام کا یہ بہترین رہبر شہید کیا گیا تھا تیرہ سو سال کے بعد بھی امام حسینؑ کی

مثال حق وحریت کے متلاشیوں کی رہنمائی کے لیے روشنی کا منارہ بنی ہوئی ہے،
ان کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے، وقت اور زمانہ کی قید سے آزاد ہے
اور برائیوں کے مقابلہ میں صداقت کی فتح کا لافانی نشان ہی میرے سابق
دوست اور لیڈر مولانا محمد علی جوہر مرحوم کے الفاظ ہیں

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہی
اسلام زندہ ہوگیا یوں کربلا کے بعد

حیدرآباد یادگار حسینی کی جلاس کے موقع پر

اکثر جب لوگ مرتے ہیں تو ان کی یاد بھی موسم خزاں میں پتوں کی طرح
غائب ہو جاتی اور ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت امام حسینؑ قسمت انسانی کی ان
نادر اور منتخبہ ہستیوں میں سے ہیں جن کے نام افق تاریخ پر ایک روشن ستارہ کی طرح
جگمگا رہے ہیں۔ شاید ہی کسی ہستی کو اسلام کے اس ہر دلعزیز رہنما کی طرح ایسی عرفانی شوکت
اور حسن نصیب ہوا ہو، شاید ہی کوئی واقعہ اتنا المناک اور دلدوز ہو جتنا کہ کربلا کا
سانحہ ہے آج تیرہ سو صدیوں کے بعد بھی لاکھوں کروڑوں انسانوں کو خون کے
آنسو رلانے کی قابلیت رکھتا ہے، لیکن ہمیں فخر و شکر کے ساتھ یہ بات بھی
یاد رکھنی چاہیے کہ تیرہ صدیوں کے بعد بھی اس مقدس شہادت کی عظمت و
شوکت ظلم اور باطل کے خلاف کشمکش کی اعلیٰ ترین نشانی ہے اور انسانی
آزادی اور حق پرستی کی راہ میں سب سے بڑھی ہوئی انسانی قربانی
بھی۔

(ڈاکٹر ایس، دی پنتم بیکر)

(پروفیسر تاریخ ہندو یونیورسٹی بنارس)

"حسینؑ تاریخ عالم میں شریف ترین سیرت کے حامل ہیں، کربلا میں ان کی شہادت ایک ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کی اہمیت اور عظمت روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ انسان جن بڑے اور عظیم المرتبت شخصیتوں کی تعریف کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں "حسینؑ" ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک ہیں، اُن میں شرافت خیال، پاکیزگی، سادگی اور خلوص کے صفات مجتمع ہیں، جو لوگ دنیا میں انسانی محبت و عزت اور امن و سکون کے خواہشمند ہیں اُن کے لیے یہ صفات ایک مستقل ذریعۂ الہام و حصول انسانیت و رواداری ہیں اور رہیں گے، یہ تمام اصول امام حسینؑ کی زندگی میں پائے جاتے ہیں اور انھیں کے لئے شہادت کی موت اختیار کی۔" (مون لائٹ)

(مسٹر جی، بی کھیر سابق وزیر اعظم بمبئی)

(بمبئی کے جلسۂ یادگار حسینی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا)

امام حسینؑ نے جو سبق ہمیں سکھایا ہے وہ ہماری زندگی کے لیے چراغ کا کام دیتا ہے، یہ آسان بات ہے کہ حق اور سچائی کے لئے اپنی جان دیدی جائے مگر یہ کام مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر چند گنے چنے ساتھیوں اور

رشتہ داروں کو شاکر ان کا مقابلہ کیا جائے اور یکے بعد دیگرے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو قتل ہوتا ہوا دیکھیں، انھوں نے تیرہ سو سال قبل جو سکھایا تھا وہ سبق آج تک ہم سیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ہندوؤں کا کوئی بڑا پنڈت یا عالم اس وقت تک حقیقی معنوں میں عالم و پنڈت نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ حسینؑ کے اس پیغام اور اصول کو اچھی طرح نہ جانے اور اس پر عمل نہ کرے امام حسینؑ صرف مسلمانوں ہی کے نہیں بلکہ ہندوؤں کے بھی ہیں۔ اور ہندو مسلمان ان کے نقش قدم پر چل کر ظلم و ستم کے خلاف سینہ سپر ہو سکتے ہیں"

(سرفراز مجریہ ۷ فروری ۴۲ء)

سر رادھا کرشنن وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس

(بمبئی کے عظیم الشان بین الاقوامی جلسۂ یادگار حسینی میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا)

مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی اور میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا کہ امام حسینؑ کی تیرہ سو سالہ یادگار منانے کے لیے اس وسیع اور کشادہ ہال میں اتنا عظیم الشان بین الاقوامی مجمع ہے، امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق و صداقت کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لیے ہتھیاروں اور فوجوں کے بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے انھوں نے دنیا کے سامنے ایک بے مثال نظیر پیش کی ہے، آج ہم اس بہادر جانباز کو یاد کرنے والے

اور انسانیت کو زندہ کرنے والے عظیم الشان انسان کی یادگار مناتے ہوئے اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں، امام حسینؑ نے ہمیں بتایا ہے کہ حق و صداقت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔

(سرفراز ۷، فروری ۱۹۴۲ء)

(سردار تیجا سنگھ سکھ لیڈر)

(بمبئی کے جلسۂ یادگار حسینی میں دوران تقریر میں فرمایا)

حضرت امام حسینؑ نے مرتے دم تک نماز نہ چھوڑی، مگر ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم آج نماز پڑھتے ہیں یا خدا کا نام لینے کے لیے اپنے وقت میں سے کچھ حصہ نکالتے ہیں؟ ہم دیگر فضولیات میں تو اپنا وقت برباد کرتے ہیں مگر اس کام کے لئے جس سے انسان بلند مرتبہ حاصل کرتا ہے ہم کوئی وقت نہیں نکالتے ہیں۔ انسان جب تک اپنے نفس پر قابو نہیں حاصل کرے گا اس وقت تک صحیح معنوں میں خدا کی عبادت نہیں کر سکتا، امام حسینؑ کی صحیح یاد ہم اسی طرح منا سکتے ہیں جبکہ ان کے پیش کردہ اصولوں پر عمل کریں۔

(سرفراز ۷، فروری ۱۹۴۲ء)

دیوان بہادر کے، ایم جھویری سابق چیف جج بمبئی

(ڈین فیکلٹی آف لا، چیرمین بورڈ آف اسٹڈیزان گجراتی، صدر لائبریری کمیٹی بمبئی یونیورسٹی)

چند سال ہوئے جب میرے مسلمان دوستوں نے مجھ سے "یوم الحسینؑ" کے جلسہ کی صدارت کی درخواست کی تھی میں نے دیکھا کہ ہزاروں آدمی بڑے جوش سے مقررین کو سن رہے ہیں، لوگ اتنے غور سے تقاریر کو کیوں سن رہے تھے؟ اس کے دو سبب تھے کربلا کا واقعہ اتنا دردناک ہے کہ کوئی شخص اس واقعہ کربلا یزید سے نفرت کئے نہیں سن سکتا، یہ پہلا سبب ہے، دوسرا سبب اس عظیم جد و جہد کی اہمیت کا ہے خدا کے حامیوں کی فوج باطل کے عساکر سے ٹکرائی اور وقتی طور پر باطل کی فوج کو فتح بھی نصیب ہوئی، امام حسینؑ جانتے تھے کہ جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا مگر پھر وہ یزید سے کیوں لڑے؟ انھوں نے حق و صداقت کے خاطر جنگ کی، اس تمام عہد میں ان کی اعلیٰ مثال تاریکی میں نور کی شمع بن کر روشنی پھیلا رہی ہے۔

(مہاتما پنڈت سندر لال جی الہ آباد)

(مصنف "بھارت میں انگریزی راج")

تاریخ کے اوراق میں بہت سے ان عظیم الشان قربانیوں کا تذکرہ موجود ہے جو حق و صداقت کے لئے پیش کی گئی ہیں، انھیں عظیم الشان قربانیوں میں

اُس قربانی کا بھی شمار رہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے امام حسینؑ اور اُن کے بہتّر بلند پایہ اصحاب نے ۱۰ محرم کو کربلا کے مشہور و معروف میدان میں پیش فرمائی گزشتہ تیرہ سو سال کے عرصہ میں ہر مسلم حکمران اور فرماں روا صرف اپنی مادی طاقت کے بل بوتہ پر کم سے کم اُن مسلمانوں کے روحانی پیشوا ہونے کا دعویٰ کر سکتا تھا جو اُس کے زیر نگین تھے اگر ایسا ہوتا تو اسلام اپنے ابتدائی دور ہی میں فنا ہو جاتا، امام حسینؑ اور ان کے مقتدر اصحاب نے اپنے خون کی قربانی پیش کر کے اسلام کو فنا ہونے سے بچا لیا۔

میری دعا ہے کہ ایسے کارنامے ہم سب کو محبت و الفت اور اخوت و مساوات کے درس دیتے رہیں اور ہمیں ایک دوسرے کے جذبات اور نا کامیابیوں کا زیادہ سے زیادہ احساس باقی رہے اور ان کی بدولت ہمارے دل انتقام کی خواہش اور ہر قسم کی بدخواہی سے خواہ وہ غلط کاروں ہی کے متعلق ہو پاک و صاف ہو جائیں۔

بابو راجندر پرشاد ایم اے ایم ایل۔ ایل۔ ڈی،

(سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس، و ناظم بھارتیہ انخاس شارد)

کربلا کا واقعہ شہادت انسانی تاریخ کا وہ واقعہ ہی جسے کبھی نہیں فراموش کیا جا سکتا، اور جو دنیا کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کی زندگی پر اثر ڈال لیا

رہے گا، ہندوستان میں اس واقعہ کی یادگار بڑی سنجیدگی سے منائی جاتی ہے جس میں نہ صرف مسلمان حصہ لیتے ہیں بلکہ غیر مسلم افراد بھی مساویانہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں، ان شہداء کی زندگیاں ایسے زمانہ میں جبکہ ہم اس ملک میں جنگ آزادی میں مصروف ہیں اور قوم و وطن کی خاطر قربانیاں پیش کر رہے ہیں ہمارے لیے منارہ روشنی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سر بہرام جی جیجی بھائی پارسی لیڈر صدر "ڈے آف حسین" کمیٹی بمبئی

(یادگار حسینی سے عظیم الشان بین الاقوامی جلسہ میں فرمایا)

یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے کہ ایک خالص اسلامی جلسہ کی صدارت ایک ہندو نے اور اس کا استقبال ایک پارسی کے سپرد کیا جائے، مگر ہمیں تعجب نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ جلسہ اس مجسمہ ایثار و قربانی کی یادگار منانے کے لئے منعقد کیا گیا ہے جس نے اپنی بے نظیر قربانی اور ایثار سے دنیائے انسانیت پر زبردست احسان کیا ہے، میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب خیال کرتا ہوں کہ کربلا کی شہید اعظم کی یاد میں منعقد ہونے والے اس عظیم الشان جلسہ میں شریک ہوا ہوں حسین نے ایسا عظیم الشان کام کیا ہے کہ ان کا نام مبارک پرشیا (ایران) آذربیجان ہوکر مسلمانوں اور پارسیوں میں اس قسم کے دوستانہ تعلقات قائم ہیں، اگر آپ رسول اسلام اور سلمان فارسی اور حضرت علی اور سلمان فارسی کے تعلقات اور دوستی

کا خیال کرینگے تو آپ پر اس ہستی کا راز بخوبی روشن ہو جاویگا۔

دستور کیخسرو مہیار کتور پیشوائے اعظم فرقہ پارسی بمبئی

اگر شہدائے اعظم کی قربانیاں نہ ہوتیں تو دنیا اخلاق، مذہب اور صداقت سے نا آشنا رہتی دنیا ان شہدار کی ممنون ہے جنھوں نے موت کو ذلت پر ترجیح دی، امام حسینؑ اُن شہدار میں سے ہیں جنھوں نے انسانیت کی خدمت کے لیے جان دی، ہم کو ان کی یاد اپنے عمل سے منانا چاہیے اور ان کی قربانیوں سے سبق لینا چاہیے۔"

ریورینڈ فادر ہیلارس الیس جے، پی ایچ ڈی، ڈی ڈی، بمبئی،

(مسیحی دنیا کے پیشوا اور عالم متبحر)

بلند مرتبہ انسانوں کے بلند پایہ کارنامے ہمیں ارفع و اعلیٰ زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی بزرگ کی یادگار منانا خود ہمارے ہی لیے سود مند ہوتا ہے، وہ مثالیں جو شہدار نے اپنی حیات میں اپنا سب کچھ قربان کر کے پیش فرمائی ہیں ہمارے لیے ایسا نمونہ ہیں جن کو سامنے رکھ کر ہم دنیا میں قوموں کو بہتر اور قابل فخر زندگی گذارنے میں رہنمائی کر سکتے ہیں، امام حسینؑ کی قربانی یقیناً تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس نے صداقت کو کذب پر فتح حاصل کرنے میں مدد پہونچائی ہے"

آخر میں ہم اُس عہدنامہ حسینی کو نقل کرتے ہیں جس کو کہ عاشورے کے دن تمام ہندوستان میں ہر فرق و مذاہب، عقیدہ و خیال کے لوگوں نے کروروں کی تعداد میں پڑھا۔

(عہدنامہ حسینی)

کربلا کی خونریز جنگ حق و باطل، خیر و شر، عدل و جور، انصاف و ظلم حریت و استبدادیت کی یادگار لڑائی کو اس وقت پورے تیرہ سو برس ہو رہے ہیں یہی وہ ہولناک دن تھا جب فخر انسانیت سیدنا امام حسین علیہ السلام نے وہ بہتر (۷۲) قربانیاں پیش کیں جن میں اُن کے باوفا قابل قدر غلام، مایہ ناز صداقت شعار دوست، برابر کے حق پرست بیٹے اور بھائی، محبوب ترین کمسن بھانجے اور بھتیجے اور ایک دودھ پیتا چھ مہینے کا معصوم بچہ بھی شریک تھا اور یہی وہ گھڑی ہے جبکہ ان عظیم الشان قربانیوں کے بعد انسانیت کے باقی رکھنے کے لیے انتہائی شجاعت و استقلال کے ساتھ تین دن کا بھوکا پیاسا مظلوم امام شہید ہو رہا تھا۔ اس کی آواز کسی ایک قوم اور قبیلے کے لئے بلند نہیں ہوئی تھی اور اس کا پیام کسی ملک اور ملت کے لئے مخصوص نہیں تھا، بلکہ وہ نجات دہندۂ انسانیت غریبوں کا ہمدرد، مزدوروں کا غمخوار، سچے انسانوں کا رہنما، غدر و نسق و فجور، جبر و تعدی کے خلاف ایک یادگار مظاہرہ کر رہا تھا۔

پس آج جب آفتاب ڈھل رہا ہے اور سائے آہستہ آہستہ لمبے ہوتے جارہے ہیں، ہم خدا کے حضور کھڑے ہو کر اس زندۂ جاوید شہید کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ ہم کو آپ کے بلند مقصد سے پورا اتفاق ہے اور اس وقت ہم سچے دل سے یہ عہد و اقرار کرتے ہیں کہ جب تک ہماری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا ہم آپ کے مقصدِ شہادت کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔

ہم یہ جانتے اور مانتے ہیں کہ آپ نے یزید کے خلاف نہیں بلکہ یزیدیت کے خلاف جنگ کی تھی، یزید انسانیت کے دامن پر ایک بدنما داغ اور دنیا کی تمام برائیوں کا مجموعہ تھا، جب تک سیاہ کاریاں موجود رہیں گی اور جب تک بے گناہ اور مجبور انسان ظالموں کے ذاتی اغراض کا شکار بنتے رہیں گے، ہم سمجھتے ہیں کہ یزیدیت کے اثرات باقی ہیں۔

اس لیے آج اس تاریخی دن اور مقدس ساعت میں ہم اپنے اس عہد کا اعلان کرتے ہیں کہ حسینؑ کے پاک و پاکیزہ اصول کو سنگِ بنیاد قرار دے کر حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لیے دنیا سے یزیدی آئین کا خاتمہ کر کے اپنے انسانیت کے فرض کو پورا کریں گے۔

اے خدا! تو ہم کو اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق دے۔ "آمین"

"صداقت زندہ باد" "حسینیت زندہ باد"

(تمام شد)

"عزاداری کی تاریخ" کے متعلق

زعیم الشیعہ الاکبر آیۃ اللہ فی العالمین صدر المحققین

ابو الفضل حضرت سرکار ناصر الملۃ والدین ادام اللہ ظلہم العالی کا ارشاد

(باسمہ سبحانہ)

زبدۃ الافاضل الکرام عمدۃ الاماثل الفخام ذو الشرف الجلیل والفضل الجمیل جناب ضیاء التحقیقات کہف

محقق التدقیقات الفائقہ نادرۃ الزمن جناب مولوی سید سبط الحسن صاحب زاد کمالکم

بعد سلام بااکرام واضح رائے گرامی ہو کہ مخلص نے بعض تصنیفات شریفہ و تالیفات لطیفہ آپ کے دیکھیں

مجھے کمال مسرت اس بات کی ہوئی کہ آپ ایسے فاضل اس زمانہ میں موجود ہیں۔ آپ کی تصنیف لطیف

متعلق تاریخ عزاداری مجھے نہایت قابل قدر معلوم ہوئی اس لئے کہ خاصہ اور عامہ سب اُس کے

مضامین سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ اس تالیف منیف کی اشاعت بکثرت ہونا چاہئے اور ضرورت ہے کہ

اُمرائے عالی ہمت اور رؤسائے باعظمت اسکو مکرر چھپوا کر شائع فرمائیں اور اجر جزیل دیوان

حاصل کریں۔ والسلام خیر ختام فقط

(مہر شریف)

لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین ۱۳
عبدہ ناصر حسین ابن العلامۃ
حامد حسین الموسوی نیشاپوری

(دستخط) ناصر حسین عفی عنہ بقلمہ

۲۷ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ